تحریکِ لال مسجد کیا تھی؟
اور
آج اسے کیا ہونا چاہیے؟

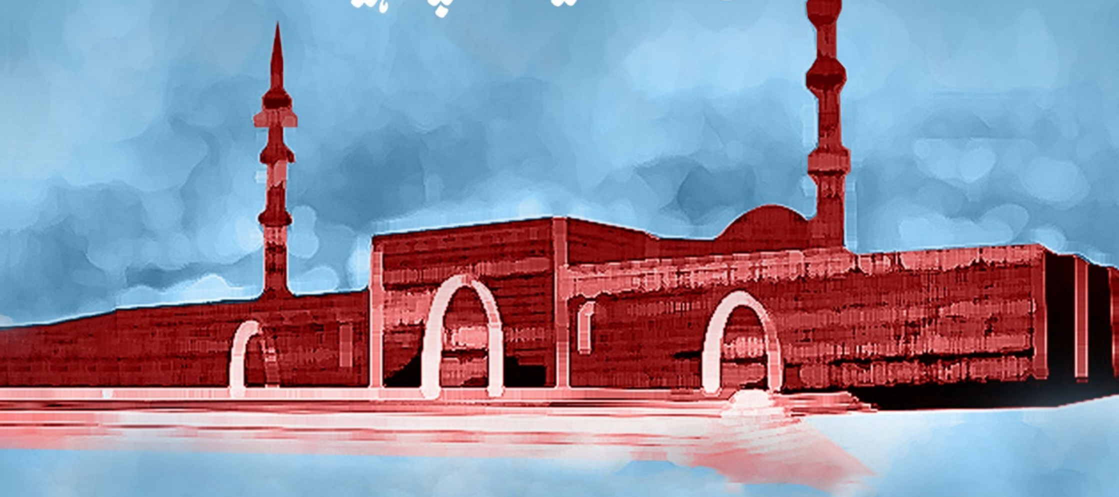

تحریکِ لال مسجد کی خدمت میں چند گزارشات

ابو عُمر عبد الرحمٰن

نوائے غزوۂ ہند

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

نامِ کتابچہ	تحریکِ لال مسجد کیا تھی اور آج اسے کیا ہونا چاہیے؟
مصنف کا نام	ابو عمر عبد الرحمٰن
تاریخِ اشاعت	ذوالقعدہ ۱۴۴۱ھ / جولائی ۲۰۲۰ء
ناشر	ادارہ نوائے غزوۂ ہند
ویب سائٹ	www.nawaighazwaehind.com
برقی پتہ برائے رابطہ	editor@nawaighazwaehind.com

تحریکِ لال مسجد کیا تھی؟
اور
آج اسے کیا ہونا چاہیے؟

نوائے غزوۂ ہند

تحریکِ لال مسجد کیا تھی اور آج اسے کیا ہونا چاہیے؟

تحریکِ لال مسجد کی خدمت میں چند گزارشات

لال مسجد تحریک سے ہمیں محبت ہے، اس کی محبت وعقیدت ہر مجاہد کے دل وروح میں بستی ہے۔ عظیم کرداروں کے عظیم ایمانی مواقف اور ان مواقف کی خاطر پیش کی گئی اُن کی عظیم قربانیوں کا صرف تصور ہی ہمارے ایمانی جذبات کو جِلا بخشتا ہے۔ یہ تحریک وقت کی ضرورت تھی؛ یہ شریعت کے تقاضے پر کھڑی، شریعت ہی کی حاکمیت قائم کرنے کی ایک مؤثر پکار تھی۔ مسلمانانِ پاکستان کو اٹھانے، انہیں حقیقت و سراب کے درمیان تمیز کرانے اور بالخصوص اہل دین کو خوابِ غفلت سے جھنجوڑ کر بیدار کرنے کے لیے ضروری تھا کہ ایسی ایک تحریک اٹھے جو صدق ووفا کی پیکر ہو، جو گفتار ہی نہیں اپنے کردار اور خون تک سے بھی راہِ حق کے حق ہونے کی گواہی دے اور ساتھ یہ بھی واضح کر دے کہ ہمارا یہ پاکستان اسلام کا قلعہ ابھی نہیں بنا، بلکہ اس وطنِ عزیز کے تمام تر وسائل الٹا اسلام اور اہل اسلام ہی کے خلاف استعمال کیے جا رہے ہیں۔ اس تحریک نے ایک ایسے وقت میں منکر کو بہانگ دہل منکر کہا، اس کے خلاف 'نہی عن المنکر' کا فریضہ انجام دیا اور اس کے خلاف عزیمت و قربانی کی داستان بن کر کھڑی ہوئی جب منکر اور معروف میں فرق مٹتا جا رہا تھا، اور تو اور خود اہل دین کی طرف سے بھی بدترین منکر، یعنی غیر اللہ کی حاکمیت پر قائم نظام کے ساتھ مفاہمت اور معاونت کا رشتہ قائم ہو رہا تھا۔ جب خود داعیانِ دین کے ہاں بھی حمایت و مخالفت کی کسوٹی دین نہیں بلکہ محض دین داروں کا مفاد بن رہا تھا اور جب اسلام کے خلاف یہاں بپا جنگ اہل دین کے اٹھنے اور اٹھانے پر کسی بھی طور

پر منتج نہیں ہو رہی تھی؛ عین اِس ماحول میں شہید عبد الرشید غازی رحمہ اللہ اپنے نیک سیرت طلبا اور پاک دامن طالبات کے ساتھ کھڑے ہوئے، انہوں نے اسلام کے حق میں اس قاتل خاموشی کو 'شریعت یا شہادت' کے نعروں سے توڑا اور دینِ اسلام کی مصلحت پر دیگر تمام مصالح کو قربان کرنے کا درس دیا۔ یہ ایسا وقت تھا کہ جب دین داروں کو اسمبلیوں میں نشستیں دلا کر 'مصروف' کر دیا گیا تھا، اہلِ مدارس کے حقوق کی حفاظت کے لیے جاری ان کی تحریک کو بھی اطمینان دلایا گیا تھا کہ مدارس نہیں چھیڑے جائیں گے[1]، دوسری طرف ساتھ ہی دینِ اسلام اور ملتِ پاکستان پر وہ عظیم ڈاکہ ڈالا جا رہا تھا کہ جس کی نظیر گزشتہ تاریخ میں کہیں نہیں ملتی۔ داخلی اور خارجی تمام تر دین دشمن طاقتیں متحد

---

[1] مدارس کا تحفظ مطلوب ہے لیکن ظاہر ہے یہ تحفظ اسلام کے تحفظ کا ذریعہ ہے نہ کہ یہ خود مقصود بالذات ہے۔ اب اگر اربابِ اقتدار تحفظِ مدارس کی قیمت پر اہل مدارس کو اپنے باطل کی تائید میں کھڑا کر رہے ہوں اور ان سے ان کا فریضہ 'امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھین رہے ہوں تو ایسے میں یہ مدارس کا تحفظ کیوں کر ہو سکتا ہے؟ مدارس کا تو کام ہی علوم دینیہ کا احیا و غلبہ ہے، لیکن مدارس کو 'نہ چھیڑنے' کا عندیہ اگر مشروط کیا جا رہا ہو کہ الاسلام یَعلو ولا یُعلی (اسلام غالب ہو گا مغلوب نہیں!) کا درس نہیں دیا جائے گا، اسلام دشمن نظام کی حمایت و تائید اور اسی کی ہی اطاعت و خدمت ہو گی، جبکہ جہاد و مجاہدین کی مذمت ہو گی تو یہ در حقیقت مدارس کا (محض) وجود قائم چھوڑ کر انہیں ان کی اصل روح سے محروم کرنا ہے۔ یہ فی الاصل اسلام اور مدارس دونوں کو مغلوب و محکوم رکھنے کا ایسا سودا ہو گا جو بالآخر مدارس ہی کی ویرانی پر منتج ہو گا۔ مصر کے اندر اسلام اور اہل اسلام کی شوکت توڑنے اور وہاں یہود نواز طبقات کو غالب کرنے کے لیے جو اقدامات اٹھائے گئے تھے ان میں سے ایک اہم قدم جامعہ ازہر کو کفر و اسلام کی جنگ میں اسلام ہی کے خلاف استعمال کرنے کا منصوبہ تھا۔ جامعہ ازہر جب اس سازش کا مقابلہ نہیں کر سکی تو دنیا نے دیکھ لیا کہ آج اس کا وجود تو ہے مگر یہ بے روح ہے، اور اس کی وہ قیادت و سیادت مکمل طور پر ختم ہو کر رہ گئی ہے جو اس کی پہچان تھی۔ برِّ صغیر کے پہلے باقاعدہ مدرسے 'دار العلوم دیوبند' کا مقصدِ تاسیس بھی حفاظت و حمایتِ اسلام تھا۔ یہ بات شرعاً، عقلاً، تاریخاً معلوم و ظاہر ہے کہ حفاظتِ اسلام جہاد فی سبیل اللہ کے بدون ممکن نہیں اسی لیے دار العلوم دیوبند کے اولین طالبِ علم حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ نے فرمایا 'مدرسہ میرے سامنے قائم ہوا، جہاں تک میں جانتا ہوں ۱۸۵۷ء کے ہنگامے کی ناکامی کے بعد (جب شریعت نافذ نہ رہی) یہ ارادہ کیا گیا کہ کوئی ایسا مرکز قائم کیا جائے، جس کے زیرِ اثر لوگوں کو تیار کیا جائے تاکہ ۱۸۵۷ء کی ناکامی کی تلافی کی جا سکے!' (احاطۂ دار العلوم دیوبند میں بیتے ہوئے دن، از مولانا مناظر احسن گیلانی، ص ۱۷۰)۔ نیز مولانا سیّد ابو الحسن علی ندوی نے ایک جگہ لکھا ہے کہ 'دار العلوم دیوبند دراصل ایک چھاؤنی تھی'۔ پس مدارس کا دفاع ہم اپنی جانوں سے بھی زیادہ مقدم سمجھتے ہیں لیکن ساتھ ہی اس کے برابر اہم یہ بھی سمجھتے ہیں کہ یہ اپنے اصل مقام و مقصد سے بھی محروم نہ ہوں، کیونکہ خدانخواستہ اگر ایسا نہ ہوا تو ہمیں اس میں کوئی شبہہ نہیں ہونا چاہیے کہ مدارس بھی محفوظ نہیں رہیں گے۔

اور متفق ہو کر وطن عزیز کو اسلام اور اہل اسلام کے خلاف جنگ کا مرکز بنا رہی تھیں اور اُن تمام اقدار و روایات کو جڑوں سے اکھاڑا جا رہا تھا جو مسلمانانِ پاکستان کو بطورِ قوم عزت و عظمت اور فوز و فلاح جیسی نعمتیں دلا سکتی تھیں۔ ایک طرف تو ریاستی سرپرستی میں یہ ساری جنگ بڑے دھڑلے کے ساتھ جاری تھی تو دوسری طرف اہل دین کی طرف سے دین کے تحفظ اور شریعت کی پاسداری کے لیے دور دور تک بھی کوئی حرکت و تحریک دکھائی نہیں دیتی تھی۔ نتیجتاً دین دشمن نشے میں مست و مدہوش ہو کر اسلام کے خلاف جنگ میں بے خطر آگے بڑھ رہے تھے۔ جہاں تک عوام کا معاملہ ہے تو انہیں بھی خاموش کرایا گیا تھا۔ ان کے دل سے بھی اس احساس کو مٹایا جا رہا تھا کہ ایک مسلمان کے لیے قیمتی ترین شے اور اول و آخر اس کا دین ہے، یہ دین اگر محفوظ ہو، معاشرے میں اگر یہ غالب ہو تو اُسے پر سکون ہونا چاہیے، اس لیے کہ اس سے اس کی دنیا و آخرت کی کامیابی ممکن ہو جاتی ہے، لیکن اگر یہ دین مغلوب ہو، شریعت کی قدم قدم پر پامالی ہو رہی ہو اور معاشرے سے عزت و عفت کے ہر نشان کو مٹایا جا رہا ہو تو پھر ایک مومن کبھی بھی چین سے نہیں بیٹھ سکتا، بلکہ طوفانِ باطل کے سامنے دیوار بن کر کھڑا ہونا ہی پھر وہ زندگی کا مقصد اول سمجھتا ہے۔

شہید عبد الرشید غازی رحمہ اللہ نے حق و باطل کا یہ گڈ مڈ ہونا اور اس کے نتیجے میں باطل و ظلم کا وطن عزیز پر غلبہ پانا برداشت نہیں کیا۔ آپ نے اپنا جسم کٹوا کر باطل کے غلیظ چہرے پر چڑھا نقاب اتار دیا اور یہ ثابت کر دیا کہ جس فوج کو اسلامی کہا جاتا ہے، وہی اسلام و شریعت کی باغی، عوام کی دشمن اور دشمنانِ دین کی زر خرید غلام ہے۔ غازی شہیدؒ کے پاکیزہ خون نے بتا دیا کہ اس فوج کی تربیت ہی کچھ ایسی ہوئی ہے کہ یہ تنخواہ، پلاٹ اور ترقی ہی کو بس اپنا خدا سمجھتی ہے اور اس کی پرستش میں ہر گھٹیا کام کرنا قابل فخر گردانتی ہے۔ پاکستان کہ جس کو 'اسلامی ریاست' اور اس کے حکمرانوں کو 'شرعی اولوالامر' ثابت کیا جاتا تھا، شہدائے لال مسجد کے فاسفورس سے جلے جسموں اور قرآن کے پھٹے اوراق نے ثابت کیا کہ یہ سب جھوٹ کا پلندہ ہے، اس کا نظام مکمل طور پر دجل و نفاق پر کھڑا ہے اور اس میں شریعت کا محض مطالبہ بھی ایسا جرم عظیم ہے کہ جس کی سزا میں مسجد و مدرسہ اور ماؤں بہنوں تک کی حرمت بھی باقی نہیں رہتی۔

غازی شہید رحمہ اللہ کے ساتھ طلبا و طالبات چونکہ نہتے تھے، اس لیے آخری حد تک آپ نے ٹکراؤ سے گریز کیا، مگر جب نظر آیا کہ فوج طاقت و کبر کے نشے میں مست ہے اور دین دشمنی ان کے انگ انگ سے ظاہر ہو رہی ہے تو آپ ڈٹ گئے اور آپ کا یہ ڈٹنا بے مقصد نہیں تھا، ایک عظیم خواب اور اعلیٰ مقصد کو آپ نے اپنی آنکھوں میں سجایا۔

وہ مقصد کیا تھا کہ جس کی خاطر آپ اور آپ کے ساتھیوں نے نہتے ہو کر بھی فوج کے مقابل کھڑا ہونا قبول کیا؟ کیا آپ رحمہ اللہ کو فتح یاب ہونے کا گمان تھا کہ اس طرح چند سو یا چند ہزار نہتے طلبا و طالبات کے ساتھ جب وہ کھڑے ہوں گے تو لاکھوں کی مسلح فوج پر غلبہ پالیں گے؟ کیا آپ کا یہ خیال تھا کہ اس طرح کے احتجاج سے وہ پاکستان میں شریعت نافذ کر دیں گے؟ یا انہیں یہ خوش گمانی تھی کہ فوجی حکمران ان کے مطالبات قبول کر لے گا اور یہ خائن جرنیل امت کے حق میں اپنے تمام تر جرائم سے توبہ تائب ہو جائیں گے؟ نہیں! ایسا بالکل نہیں تھا۔ نہ انہیں کمزور اور نہتے چھوٹے سے لشکر کے ساتھ فوج کو شکست دینے کی خوش فہمی تھی اور نہ ہی اس فوج کے متعلق انہیں یہ گمان تھا کہ یہ ان کے شرعی مطالبات تسلیم کر لے گی۔ جہاں تک شریعت کے نفاذ کا تعلق ہے، تو یہ ان پر بھی واضح تھا کہ دریں حالات ایسا ہونا ناممکن ہے...... پھر آپ رحمہ اللہ کے سامنے ٹکراؤ کا مقصد کیا تھا؟ حاصل کیا کرنا تھا؟ کس امید کی خاطر آپ نے اپنی اور سیکڑوں ساتھیوں کی قربانی دے دی؟ جواب واضح ہے۔ آپؒ کو امید تھی کہ قربانی دے کر یہاں ارباب اقتدار کی یہ دین دشمنی واضح ہو جائے گی، جس نظام کو اسلامی دکھانے کی آج تک کوشش ہوتی رہی، اس کے کفر، ظلم اور دجل پر مبنی ہونے میں پھر کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہے گا۔ جب مسلط طبقات کا یہ قبیح اور منحوس چہرہ عام عوام کے سامنے بھی کھلے گا تو داعیانِ دین و علمائے کرام کے لیے اس باطل کے خلاف تحریک اٹھانا سہل ہو جائے گا، عوام کو سمجھانا اور انہیں نصرت دین کے لیے شاملِ قافلہ کرنا مشکل نہیں رہے گا اور بالآخر وہ وقت بھی آجائے گا کہ جب کفر و ظلم کے ایوانوں کے چراغ گُل ہو جائیں گے اور جہادی ضربوں سے یہ نظامِ ظلم زمین بوس ہو جائے گا۔

غازی رشید رحمہ اللہ کا مقصد قربانی دے کر حق و باطل کے درمیان تمیز کی لکیر کھینچنا تھا، عدل و ظلم، خیر و شر اور دوست و دشمن قوتوں کے بیچ فرق دکھانا آپ کا ہدف تھا؛ اور تمیز کی یہ لکیر کھنچ گئی، حق و باطل میں تفریق قائم ہو گئی اور

غازی شہیدؒ کا ہدف الحمد للہ حاصل ہو گیا۔ تحریکِ دعوت و جہاد کو غازی شہید رحمہ اللہ کی قربانی کی صورت میں ایسی واضح دلیل ہاتھ آگئی کہ جو ہر ہر عام و خاص کو یکساں طور پر سمجھ آ رہی تھی اور یہ ایسا واقعہ بن گیا کہ جس کے مقابل نظام کا دجل و فریب سب بے کار ثابت ہوا۔ اس کے بعد کوئی ایک بھی ایسا انصاف پسند فرد نہیں رہا کہ جس نے نظامِ پاکستان کے کفریہ ہونے اور اس کی فوج کے دشمنانِ دین وملت کا آلۂ کار ہونے کی تصدیق نہ کی ہو۔

غازی شہید رحمہ اللہ ایک مرحلہ سر کر چکے ہیں، اس مرحلے میں یقیناً آپ نہتے تھے، آپ کے ساتھ شہسوار بھی ایسے نہیں تھے کہ جن سے میدان جنگ میں جنگیں لڑی جاتی ہیں، طالبات بہنیں جس آزمائش سے گزریں، اس آزمائش سے انہیں گزارنا غازی شہید رحمہ اللہ کی بھی خواہش نہیں تھی، ایسی آزمائشوں سے ماؤں بہنوں کو بچانا ہی دعوت و جہاد کا مقصد ہوا کرتا ہے؛ مگر ظالم جرنیلوں کی بے رحمی اور دین دشمنی تھی کہ یہ سفاک مناظر بھی امت کو دیکھنے پڑے۔ اس سانحے سے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے جو خیر بر آمد کرنی تھی، وہ الحمد للہ بر آمد ہوئی اور پوری دنیا میں واضح ہوا کہ کون حق پہ ہے اور کون باطل پر۔

اس کے بعد پھر دوسرا مرحلہ شروع ہوتا ہے۔ یہ مرحلہ سر کرنا اب یہاں کے علمائے کرام اور تحریکِ دعوت و جہاد کے داعیانِ کرام اور مجاہدین کے ذمے تھا۔ یہ مرحلہ اس کفریہ نظام کے مقابل مطالبات واحتجاجات کا نہیں، بلکہ اس کو ختم کرنے کے لیے زیادہ سے زیادہ اہل ایمان کو متحد کرنے اور شریکِ قافلہ کرنے کا مرحلہ ہے۔ اس کا تقاضا ہے کہ تحریکِ جہاد کی دعوت اور اس کے مبادی کو لوگوں کے دلوں میں اتارا جائے اور انہیں نظامِ باطل کے خلاف ایک منظم تحریک کی صورت میں صف آرا کیا جائے۔

نظامِ مملکت کا کفر و ظلم واضح کرنا ایک ہدف ہے اور اس نظام کو گرانے کے لیے تحریکِ جہاد کھڑی کرنا دوسرا ہدف ہے۔ ایک مقصد کے حصول کے لیے بعض ایسے طریقے بھی استعمال ہو جاتے ہیں جن کا بار بار استعمال مفید نہیں رہتا اور جو دوسرے مقصد یعنی نظام کفر گرانے اور شرعی نظام کھڑا کرنے کی مہم کے لیے اگر استعمال ہوں تو اس سے الٹا نقصان ہوتا ہے۔ نہتے طلبا و طالبات کے ساتھ اٹھ کر شریعت کا مطالبہ کرنا اور اس کے بدلے میں دشمن کی طرف سے

جب خلافِ توقع طاقت کا استعمال ہوا تو صبر و استقامت کے پہاڑ بن کر کھڑا ہو جانا ایسا اقدام تھا کہ جس سے نظام، فوج اور حکمرانوں کا دین دشمن ہونا ثابت ہوا اور غازی شہید رحمہ اللہ کے موقف کو تقویت ملی۔ مگر اب خاص اسی طریقۂ کار پر دوام اختیار کرنا اور اسے نظام باطل کے محافظین کو شکست دینے کے لیے بھی استعمال کرنا کسی بھی طور مناسب نہیں ہے۔ بہنوں کی پہلی قربانی سے جتنا فائدہ تحریکِ جہاد کی دعوت کو ملنا تھا وہ مل گیا، اب ایک دفعہ پھر نہتا اور کمزور بن کر اجتماعی طور پر قربانی دے دینا اور وہ بھی ماؤں بہنوں کی قربانی...... دعوتِ جہاد کے لیے کسی بھی طور پر مثبت نہیں ہو گا اور خدشہ ہے کہ اس سے دعوتِ جہاد کو الٹا نقصان ہو گا۔

پھر لال مسجد سانحہ کے بعد کا عرصہ / مرحلہ چونکہ اس سے پہلے جیسا نہیں، اس لیے اس میں شریعت کے خلاف جنگ لڑنے والوں سے نفاذِ شریعت کا مطالبہ کرنا بھی بالکل بے جا ہے۔ ظاہر ہے جن مجرمین کو **قوت واقتدار سے جدا کرنے کے لیے شریعت جہاد و قتال کو فرض قرار دیتی ہے، ایسوں سے نفاذِ شریعت کا مطالبہ کرنا خود اپنے اس مطالبے ہی کی تضحیک ہے۔ لہٰذا آج کے اس مرحلے کا تقاضا ہے کہ ان حکمرانوں / جرنیلوں سے نفاذِ شریعت کا مطالبہ نہ کیا جائے، بلکہ اس کے برعکس عوام میں اتر کر دعوت و جہاد کی ایسی تحریک شروع کی جائے جو نظام باطل کے خلاف قوت و تعداد جمع کرے، جس کی قیادت علما و مجاہدین اور صلحا و مخلصین کے ہاتھوں میں ہو اور جو نفاذِ شریعت کی منزل تک پہنچنے کے لیے اِتباعِ شریعت ہی کو اپنا واحد راستہ قرار دیتی ہو۔**

ایسی تحریک کا مقصد چونکہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر، اعداد و تیاری اور جہاد و قتال کے ذریعے غلبۂ دین اور نفاذ شریعت ہوتا ہے، اس لیے یہ ایک مدلل دعوت، سوز و حکمت، نظم وضبط اور صبر واستقامت کا تقاضا بھی کرتی ہے۔ پھر یہ تحریک تب ہی اٹھ سکتی ہے جب نہتا اور کمزور ہونے کی صورت میں خود سے ہر ایسے ٹکراؤ سے اجتناب ہو کہ جس کے سبب عوام و خواص کو اس تحریک کی حکمت عملی اور فہمِ دین و جہاد پر انگلی اٹھانے کا موقع ملے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فرض بھی یہ نبھائے مگر اس کے لیے ضروری ہو کہ اس عبادت کے اصول و آداب کا دھیان رکھا جائے اور اس کے طریقِ کار میں دعوتِ دین و جہاد کے مصالح و مفاسد کا بھی بھرپور خیال کیا جائے۔ کل اگر نہتے

ہونے کے باوجود دشمن کی طرف سے ٹکراؤ کو قبول کیا گیا اور ہمارے بھائی بہنوں نے قربانی دے کر نظام کے ظلم و کفر کا پردہ چاک کر دیا تو آج ضروری ہے کہ اس نظام کے خلاف دعوت و جہاد کی تحریک کھڑی کی جائے، نیکی کا حکم اور برائی سے منع کرنے کا فریضہ بھی نبھایا جائے، مگر ساتھ ہی اس کا بھی بھرپور اہتمام ہو کہ ایسے ہر طرح کے ٹکراؤ سے خود سے بچا جائے کہ جس کے سبب دشمن کو بہنوں کے خلاف جارحیت کا موقع ملے اور خدانخواستہ وہ ٹکراؤ کل دعوتِ جہاد کو فائدہ دینے کی بجائے نقصان کا باعث ہو۔

۲۰۰۷ء میں ہمارے بھائی بہنوں کو شہید کر کے دشمن نے مادی فتح کا جھنڈا تو لہرا دیا تھا مگر دلیل اور اخلاق کے میدان میں اس نے بہت بری طرح منہ کی کھائی تھی، عوامی رائے اور جذبات شہدائے لال مسجد کے حق میں رہے، ان کا موقف اور اخلاص قابل تقلید سمجھا گیا، نتیجتاً فوج کے ہاتھوں بہایا گیا وہ پاکیزہ خون فوج ہی کے لیے بہت مہنگا ثابت ہوا۔ آج بھی تحریک لال مسجد جاری ہے، مگر کل کی نسبت آج دشمن کی حکمت عملی مختلف ہے۔ آپ فوج اور حکومتی اہلکاروں کے بیانات دیکھیے؛ میڈیا اور سوشل میڈیا میں لال مسجد کے حق میں اور خلاف پراپیگنڈا دیکھیے، اپنے آپ کو غیر جانب دار دکھانے والے صحافیوں کی اس موضوع پر دستاویزی فلمیں بھی ملاحظہ ہوں، خود لال مسجد سے جاری شدہ بیانات کو کس اسلوب اور پیرائے میں پیش کیا جاتا ہے...... یہ ساری مہم واضح کرتی ہے کہ اب کی بار لال مسجد تحریک کو دلیل و اخلاق کے میدان میں گرانے کی کوشش ہو رہی ہے۔ آج اس تحریک کو دلیل و حجت اور بصیرت و فراست سے عاری دکھانے کی ایسی سعی ہو رہی ہے کہ جس سے اس کا حق بہ جانب ہونا مبہم ٹھہرے اور اخلاق کے میدان میں اِس کی برتری بالکل ختم ہو جائے۔ کوشش ہے کہ علم و فہم کے ہتھیار سے یہ تحریک مسلح نظر نہ آئے بلکہ نری جذباتیت اور عجلت پسندی اس کے اوپر غالب دکھادی جائے، اس طرح ایسی خطائیں اس سے کروائی جائیں کہ جس کے نتیجے میں عوام و اہل دین کی تائید سے یہ بالکل محروم ہو جائے۔ قرائن سے نظر یہی آرہا ہے کہ پہلے اس تحریک کو عبث اور غیر معاملہ فہم ثابت کرنے کی کوشش ہو رہی ہے اور اس کے بعد پھر (خاکم بدہن، اللہ نہ کرے) ان پر ہاتھ ڈالا جائے گا۔ ایسا اگر خدانخواستہ ہونے دیا گیا اور ابھی سے ہم نے اپنے کمزور پہلوؤں پر توجہ نہیں دی تو یہ ایک درجے میں ماضی کے حاصل کردہ ثمرات کو بھی ضائع کرنے کے مترادف ہو گا۔ کل عسکری طور پر مغلوبیت

کا سامنا ہوا، سب شہید ہوگئے مگر اس کے باوجود ہمارا موقف حق بہ جانب نظر آیا، اور یہی وہ وجہ تھی کہ جس سے دشمن کا نقصان اور تحریکِ جہاد کا فائدہ ہوا، مگر آج دشمن کی تمام تر کوشش کا ہدف لال مسجد کے ہمارے ان پیاروں کو دوسرے انداز میں زیر کرنا ہے اور ایسا ہونا زیادہ خطرناک ہے۔ لہٰذا تمام تر جدوجہد و قربانی کے بعد بھی اگر ہم دلیل اور بہتر حکمت عملی سے مسلح نظر نہیں آئے تو خدشہ ہے کہ جس جدوجہد سے تحریکِ دعوت و جہاد کو تقویت دینا مطلوب تھا، اُس سے الٹا نقصان ہو جائے گا اور یوں اچھی نیت اور قربانی کے باوجود بھی نظامِ باطل کو نقصان کی جگہ (خدانخواستہ) فائدہ ملے گا۔

یہاں ایک وضاحت اور تنبیہ کرنا بھی ضروری ہے؛لال مسجد کی آج کی یہ تحریک بھی بالاصل امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور دعوت الی الجہاد کی تحریک ہے۔ یہ شر کے مقابل خیر اور ظلم کے خلاف عدل کی دعوت والی ہے۔ دین دشمنوں کی آنکھوں میں کھٹکتی یہ تحریک اہل دین اور ہم مجاہدین کے سروں کی تاج اور امیدوں کا ایک محور ہے، لہٰذا حکمت عملی میں اختلاف واتفاق کی بحث کو ایک طرف رکھتے ہوئے اس حقیقت کا اعلان بھی ضروری ہے کہ ہم مجاہدین بہر صورت اپنے ان احباب، مشائخ اور بھائی بہنوں کی تائید کرتے ہیں۔ کل بھی ہم اس تحریک کے ساتھ تھے، آج بھی ہیں اور آئندہ اگر خدانخوستہ پھر ہمارے بھائی بہنوں پر ہاتھ ڈالا گیا تو ہم پھر سے سروں پر کفن باندھ کر، جسموں کے ساتھ بم باندھ کر بہنوں اور بھائیوں کے انتقام میں شریعت کی دشمن اس فوج کے ساتھ ٹکرانے نکلیں گے۔ لہٰذا ہماری ان سطور کے سبب کسی غلط فہمی کا کوئی شکار نہ ہو، ہماری حمایت و تائید اور مخالفت وعداوت کا قاعدہ ہمیں اللہ کی شریعت سمجھاتی ہے اور اس قاعدے کے تحت کسی تحریک سے حکمت عملی کے میدان میں لاکھ خطائیں سرزد ہوں، وہ واضح خطاؤں کی بھی اگر مرتکب ہو، لیکن اگر بالاصل وہ غلبۂ دین کی تحریک ہو تو دشمنانِ دین کے خلاف اس کی حمایت ودفاع ہم اپنا فریضہ سمجھتے ہیں۔ لہٰذا تحریک لال مسجد کی تائید و دفاع اور اس کی تقویت کے لیے سعی و فکر ہمارے جہاد کا حصہ ہے۔ اس تحریک کے ساتھ ایمانی رشتہ ہی ہے کہ یہ ہمارے دلوں میں بستی ہے اور جو کچھ اس تحریر میں ہم عرض کر رہے ہیں، اس کا سبب بھی اس تحریک کی خیر خواہی و محبت ہے۔ ہماری خواہش و دعا ہے کہ اللہ اس تحریک کے قائدین اور طلبا و طالبات کی مدد و نصرت فرمائے، اللہ مولانا عبد العزیز غازی صاحب (حفظہ اللہ) کو دنیا و

آخرت کی عزت دے، ان کی عزت و مقبولیت میں اضافہ فرمائے اور اللہ رب العزت ان کے سوز، دعوت اور درد کو سات آسمانوں میں محبوبیت عطا کرے۔ مولانا ہمارے والد کی جگہ ہیں، ہم اپنے آپ کو ان کے قدموں کی خاک کے برابر سمجھتے ہیں، وہ ہمارے محبوب ہیں، لہٰذا ان سطور کے لکھنے کا مقصد بھی اپنے والد کی تائید و نصرت، ان کی مشکلات کو آسان کرنا اور ان کی مبارک تحریک کو مزید مؤثر بنانا ہے، نہ کہ ان کی قدر و منزلت پر خدانخواستہ کوئی حرف لانا ہے۔

اللہ ہم سب کی خیر و صلاح کی طرف رہنمائی فرمائے، ضروری نہیں ہے کہ ہم ہی مکمل طور پر حق بہ جانب ہوں مگر جو امور اپنی اس مبارک تحریک (لال مسجد) کی تقویت کے لیے ہم مجاہدین مفید اور ضروری سمجھتے ہیں، انہیں تحریک کے تمام احباب تک پہنچانا ہمارے اوپر قرض ہے۔ لہٰذا ذیل میں چند مختصر نکات کی صورت میں اپنی گزارشات اپنے بزرگوں، بھائیوں اور بہنوں کی خدمت میں یہاں عرض کرتے ہیں:

1. پاکستان میں رائج نظام باطل اور نفاذِ شریعت دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں؛ یہی وجہ ہے کہ اس نظام کے اندر رہتے ہوئے حکمرانوں سے نفاذِ شریعت کا مطالبہ خود ہماری دعوت کو بھی ناقابل فہم بناتا ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ یہاں مسلط طبقات کے آگے احتجاج کرنے یا نفاذِ شریعت کا مطالبہ رکھنے کی بجائے عام عوام میں اترا جائے اور ان کے اندر دعوت و جہاد کی تحریک کھڑی کرنے کی سعی ہو۔
2. وطنِ عزیز میں شرعی نظام صرف وہ تحریک ہی قائم کر سکتی ہے جس کے افراد مخلصین و صالحین اور شریعت کے تابع مجاہدین ہوں۔ ایسے افراد کی معاشرے میں تلاش ہو اور ان کی تیاری پر ہی توجہ کا بڑا حصہ مبذول ہو۔ اس مقصد کے لیے خفیہ اور علانیہ انداز میں دعوتی نظام وضع ہو اور پھر ساتھ ہی ایسے افراد کے لیے یہاں تزکیہ و تربیت اور اعداد و تیاری کا بھی مؤثر نظام قائم ہو۔

3. دعوت و تربیت کے لیے باکردار اور باصلاحیت داعیانِ کرام اور مربی حضرات کو تیار کرنا انتہائی ضروری ہے۔ ایسے اصحابِ علم کی تیاری اولین ترجیح ہونی چاہیے اور ملک بھر میں ایسے تربیت یافتہ افراد کا جال بچھانے سے ہی دعوت و تحریک کو وسعت و تقویت ملے گی۔

4. دنیا سے محبت، نفس پرستی، جمہوریت، سیکولرازم، عالمی کفریہ نظام، وطن پرستی اور گروہی و جماعتی تعصبات...... نصرتِ دین کے راستے کی بڑی رکاوٹیں ہیں؛ مذکورہ بالا داعیانِ کرام کو ان موضوعات پر مدلل اور مؤثر انداز میں مرتب شدہ مواد دینا چاہیے۔ اسی طرح فکرِ آخرت، للّٰہیت و خوف خدا، تمام معاملات میں شریعت کی پیروی، جذبۂ جہاد، دوستی و دشمنی کا شرعی معیار، نظام کفر کے خلاف شرعی جدوجہد (یعنی دعوت، اعداد اور پھر قتال) کی اہمیت و ضرورت جیسے نکات کو یہ مدرسین حضرات اپنے دوراتِ شرعیہ کے مستقل موضوعات رکھیں۔

5. نظام کفر کے ہر ہر پہلو اور جاہلیتِ جدیدہ کی ہر ہر صورت پر علمائے امت اور قائدین جہاد کی رہنمائی میں کتب و بیانات کا ایک بڑا ذخیرہ الحمدللہ تیار ہو چکا ہے، دعوت و تربیت میں اس ذخیرے سے استفادہ کیا جائے اور اسے زیادہ سے زیادہ پھیلانے کی سعی ہو۔

6. نظام باطل کے ساتھ تعامل کا موضوع ہم اہل دین کے ہاں بھی افراط و تفریط کا شکار رہا ہے، ایک طرف ایسی سوچ ہے جو دین دشمن حکمرانوں کو شرعی اولوالامر ثابت کرتی ہے اور جہاد تک کو ان طواغیت کی اجازت کا پابند کرتی ہے تو دوسری انتہا پر جہاد سے اپنے آپ کو منسوب کرنے والی ایسی فکر بھی ہے جو نظام کے خلاف تو قتال کی داعی ہے مگر ساتھ ہی یہ خونِ مسلم اور تکفیر و تفسیق کے معاملے میں ایسے خود ساختہ مبنی بر ھویٰ اصول رکھتی ہے کہ جن کے سبب جہاد اور دعوتِ جہاد ہی کا ہمیشہ نقصان ہوا ہے۔ غرض یہ حساس موضوع ہے اور ضروری ہے کہ اس میں صرف ایسے اہل علم کی پیروی ہو جو تقویٰ و فہمِ سلیم کے حامل اور اُصولِ اہل السنۃ والجماعۃ کے پابند ہوں اور جن کے علم و فہم پر تحریکِ جہاد میں اعتماد کیا جا رہا ہو۔

7. جہاں تک خواتین و طالبات کا معاملہ ہے تو انہیں دعوتِ دین و جہاد کی خدمت میں شریک کرنا چاہیے، ان کی ضرورت ہے، مگر ہماری درخواست ہے کہ انہیں کسی بھی احتجاجی اور جارحانہ عمل میں شامل نہ کیا جائے، ایسا کرنے سے دشمن کو بہنوں کے خلاف کارروائی کا موقع ملتا ہے[1]۔ خواتین کا اصل میدانِ کار ان کے گھر اور خواتین کا داخلی حلقہ ہے، یہاں یہ خواتین میں دینی بیداری پیدا کریں اور ایسی نسلیں پروان چڑھائیں کہ جن کے اندر تک نظام باطل کی نفرت اور اس کے خلاف جدوجہد کی خُورَچی بسی ہوئی ہو۔

8. اپنے کارکنان کو دشمن کی نظروں سے محفوظ کرنے کی سعی ہو تاکہ وہ دعوت و تحریک میں فعال کردار ادا کرسکیں۔ نہتے اور کمزور ہونے کی صورت میں دشمن ہمیں ختم کرنے کی کوشش کر رہا ہے، لہٰذا ایسے حال میں ہماری سعی ہو کہ اپنے ساتھیوں کو ان کے شر سے بچائیں اور عمل و مزاحمت کے میدانوں کے لیے انہیں محفوظ کرلیں۔

9. منکرات روکنے کی کوشش ہو مگر اس سے متعلق پہلی گزارش یہ ہے کہ نہی عن المنکر کے اصول و آداب کا بھرپور خیال ہو اور دوسرا یہ کہ اس میں ایسا اسلوب اور طریقہ استعمال نہ ہو جو الٹا ہمارا حق بہ جانب ہونا عام عوام کی نظر میں مبہم بنادے اور ان کے لیے ہماری دعوت و موقف ناقابل فہم ہو جائے۔

10. ہماری دعوت و تحریک حق پر مبنی ہے اور اس کا یہ حق ہونا کسی اندھے جذبے کے تحت ہم نہیں کہہ رہے ہیں، بلکہ صدقِ دل، عقل و فہم اور بصیرت کے ساتھ ہمیں اپنی دعوت کے حق ہونے اور نظام باطل کے مبنی بر فساد ہونے کا یقین ہے؛ پس ہماری دعوت و تحریک میں بھی ہمارا یہ مبنی بر حق ہونا نظر آنا چاہیے اور ہر ایسی بات و

---

[1] مقصد یہ نہیں کہ اس غرض کے لیے اپنی دعوت و تحریک میں ایسی تبدیلی بھی لائی جائے جو شرعاً جائز نہ ہو، مدعا یہ ہے کہ دعوت و جہاد کے بنیادی اصولوں پر کاربند رہا جائے مگر عملی میدان میں بہنوں کی طرف سے ایسی جارحانہ سرگرمیاں بالکل نہ ہوں کہ جو دین دشمنوں کو بہنوں پر ہاتھ ڈالنے کا موقع فراہم کر رہی ہوں، باقی اس اہتمام کے باوجود بھی خدانخواستہ آزمائش آتی ہے تو یہ اللہ کی طرف سے ہوگی اور اس میں پھر ثابت قدم رہنے سے ہی ان شاء اللہ اپنی نجات اور تحریک کا فائدہ ہوگا۔

اسلوب سے ہمیں گریز کرنا چاہیے کہ جس سے ہماری تحریک دلیل سے عاری اور نری جذباتیت سے مغلوب نظر آئے۔

11. جمہوری سیاست میں شامل اہل دین کو مباہلہ کی دعوت دینا ہماری دعوت و تحریک کو کوئی فائدہ نہیں دیتا۔ اسی طرح ان حضرات سے خطاب میں تکفیر یا طعن و تشنیع کی زبان بھی خود ہمارے لیے اور ہماری دعوت کے لیے مضر ہے۔ دعوت کا نبوی اصول نرمی ہے، اس لیے حکمت، وعظ اور دل کو موہ لینے والے مجادلہ کے ذریعہ انہیں ان کی خامیوں کی نشاندہی ہو۔ اگر ان جماعتوں پر نقد میں دعوت کے شرعی اسلوب کا خیال رکھا جائے تو ایک تو یہ ہمارے لیے باعثِ اجر ہو گا اور دوسرا یہ کہ ان سمیت دیگر سننے دیکھنے والوں پر مثبت اثر ہو گا۔

12. ہر ہر موضوع پر اہل دین کے ساتھ اختلاف سے ہم گریز کریں اور صرف نظام کفر اور دعوتِ جہاد سے متعلق امور کو ہی ہم زیر بحث لائیں۔

13. مین سٹریم میڈیا میں زیادہ تر افراد نظام باطل کے نظریاتی سپاہی ہیں یا دوسری صورت میں اس ظالم نظام کے اجرتی نوکر ہیں۔ یہ افراد اہل دین کو بلاتے ہی اس لیے ہیں کہ ان کی دعوت و موقف کو کمزور اور کھوکھلا دکھادیں ۔ اکثر اوقات داعئ دین کو بات کرنے کا موقع ہی نہیں دیتے اور ایسے سوالات میں اُسے پھنساتے ہیں کہ جس سے الٹا داعی کا موقف مبہم اور کمزور ثابت ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اس میڈیا کے ذریعے دعوتِ دین کو بہت کم ہی کبھی فائدہ ہوا ہے۔ پس گزارش ہے کہ اس میڈیا میں آنے سے گریز ہو اور دعوت کے لیے بس اپنے ہی ذرائع اور وسائل پر انحصار ہو۔

14. کسی میڈیا چینل یا صحافی کا سامنا اگر کرنا ہو تو اس کے لیے بھرپور تیاری ہو، اور بہتر ہو گا کہ یہ خدمت صرف وہ حضرات ہی انجام دیں جنہیں مخالف موقف پر رد کرنے کا ملکہ ہو۔

15. آپ کی طرف سے ہم مجاہدین کے ہر ہر قدم اور ہر ہر قول و موقف کا دفاع نہ ہو۔ جائز و ناجائز اور دعوت کے لیے مفید و مضر ہی وہ کسوٹی ہے جس سے اہل جہاد سے منسوب تمام اقدامات کا پہلے جائزہ ہو اور اس کے بعد ہی پھر حمایت یا مخالفت ہو۔ جہاد و مجاہدین کی اگر عمومی حمایت و تائید ہو جبکہ ساتھ ہی جہاد سے منسوب خطاؤں پر

آپ کی طرف سے تنقید بھی ہو، تو اس سے خود آپ کی دعوت نقصان سے بچے گی اور تحریکِ جہاد کا بھی ان شاء اللہ فائدہ ہو گا۔

16. ہمارے پڑوس کشمیر میں ہندوستان کے خلاف جہاد مسلمانانِ پاکستان پر فرض ہے۔ افسوس کہ پاکستانی جرنیلوں نے پہلے اس جہاد کو یرغمال بنایا، پھر اس کی مدد و تعاون روک کر اس کی پیٹھ میں چھرا گھونپا اور آخر میں آج اس کے دروازے پوری امت مسلمہ پر بند کر دیئے ہیں اور مسلمانان کشمیر کو مشرکین کے رحم و کرم پر چھوڑا ہے۔ دعوت میں اس عظیم خیانت کو واضح کرنا چاہیے اور کشمیر و برصغیر میں موجود ایسے مجاہدین کی نصرت پر عوام کو ابھارنا چاہیے کہ جو خالص غلبۂ دین اور مظلوموں کی نصرت کے لیے جہاد کے داعی ہوں اور جو ظالم مشرکین کے خلاف غزوۂ ہند کو بپا کرنا اپنا ہدف سمجھتے ہوں۔

یہ وہ چند گزارشات ہیں جنہیں تحریک لال مسجد کے اپنے محبوبین کی خدمت میں پیش کرنا ہم نے ضروری سمجھا۔ ہمارے نزدیک یہی ایسی حکمت عملی ہے کہ جس سے لال مسجد کی تحریک نفاذِ شریعت کی اس جدوجہد میں بہترین انداز میں اپنا حصہ ڈال سکتی ہے۔ یہاں اپنی یہ گزرشات اس دعا پر ختم کرتا ہوں کہ اللہ لال مسجد کی تحریک کو ہمیشہ کی طرح مومنین و مجاہدین کے دلوں کی ٹھنڈک رکھے، اس کے قائدین و کارکنان سے دین متین کی نصرت کی عظیم خدمت لے اور اللہ رب العزت قدم قدم پر انہیں اپنی رہنمائی سے نوازے اور ان کی حفاظت فرمائے، آمین یا ربّ العالمین!

★★★★★

تـمّـــت بِالْخَـــيْر

و آخر دعوانا أن الحمدللّه ربّ العالمين

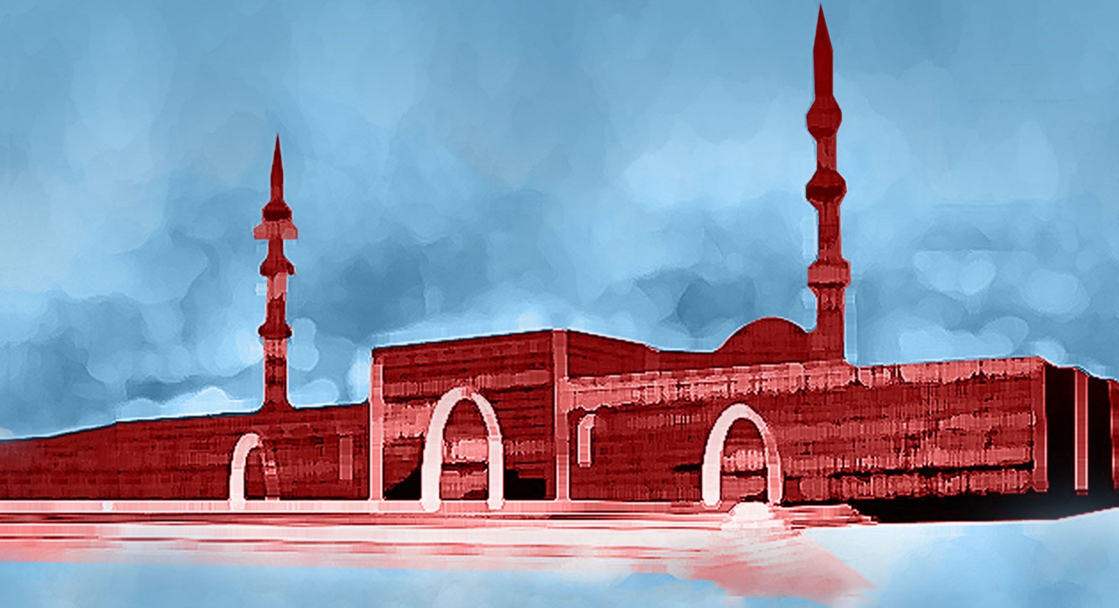

نوائے غزوۂ ہند